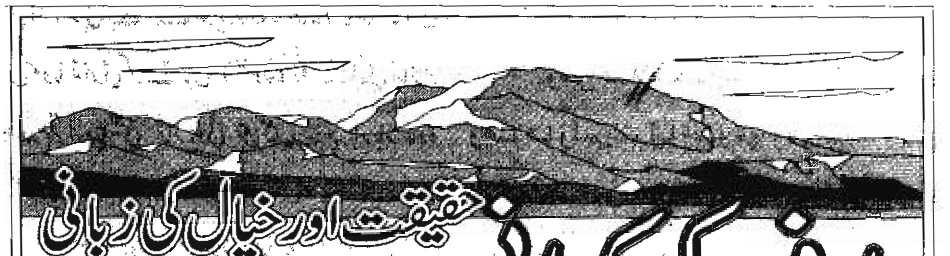

دارفور کی کہانی

مضمون نگار: کمال الدین مصطفیٰ
ترجمہ: مولانا محمد ادریس سلفی مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد

سوڈان کے صوبہ ''دارفور'' میں حالیہ خلفشار ساری دنیا کی توجہ کا مرز بنا ہوا ہے۔ بڑے ممالک کا اس معاملہ کو بھرپور توجہ دینا اور بھی زیادہ حالات کی سنگینی اور خطرات کا الارم ہے ایک ماہ سے بھی کم عرصہ میں اس معاملہ کو اقوام متحدہ کی امن کمیٹی میں زیر بحث لانا امریکی اضطراب اور ایمرجنسی کی ایسی مثال ہے جو کبھی بھی سوائے اہم ترین معاملات کے تاریخ کا حصہ نہیں بنی۔ 1991ء میں عراق سے کویت پر قبضہ کیا اس وقت امریکہ کی ''پھرتیاں'' صرف اس جلد بازی کی واحد مثال پیش کی جاسکتی ہے۔

عالمی سیاسی اذھان اس جلد بازی کی ایک ہی توجیہ بیان کرتے ہیں کہ: عالمی ٹیکنالوجی میں تیل کی بڑھتی ہوئی اہمیت وضرورت امریکی ''رال ٹپکنے'' کا اہم سبب ہے اگرچہ امریکہ اس بات کی بار بار نفی کر چکا ہے معدنیات کے ماہرین کا خیال ہے کہ سوڈانی جنوبی علاقے اور خاص طور پر ''دارفور'' پٹرول کے وسیع ذخائر پر تیر رہے ہیں۔

گذشتہ کئی سالوں سے ''خرطوم'' پر امریکی دباؤ اس خدشہ کو مزید تقویت دیتا ہے۔ انٹرنیشنل پیٹرول کمپنیاں ایکس، شل، ٹوٹل ان دنوں سوڈانی سرزمین پر منحوس سائے دراز کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی مسلسل کوشش میں ہیں نتیجۃً کہا جاسکتا ہے کہ سوڈان میں تیل کی سابقہ C.N.B.C چینی کمپنی O.N.G.C ہندی کمپنی اور پیٹروناس مالیزی کمپنی سمٹنے پر مجبور ہو جائیں گی جبکہ کچھ اہل سیاست یہ بھی کہتے ہیں کہ امریکہ کے خواب وسیع تر ''مشرق وسطیٰ'' کے ہیں جس کیلئے سوڈان جیسے کچھ قوت و ہمت کے مراکز کو تقسیم در تقسیم سے کمزور کر کے ہی نتیجہ باسانی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

دارفور میں خلفشاری کے اسباب:

دارفور کا علاقہ زیادہ تر خشک، بنجر زمین پر مشتمل ہے اور حالیہ سالوں میں خشک سالی اور بارشوں کی کمی نے اسے مزید بنجر بنا دیا ہے۔ چند سالوں سے کئی عربی النسل اور عجمی النسل خاندان اسے خیرباد کہنے پر مجبور ہوئے ہیں جس کا سبب اکثر لوگ بارشوں کی کمی اور گھاس کی ناپیدی خیال کرتے ہیں جبکہ بات ایسی نہیں ہے۔ اس کا سبب علاقہ میں پائی جانے والی وہ بے رحم صورت حال ہے جس کی بنا پر بار بار وہ ادھر ادھر جانے پر مجبور ہوئے ہیں۔

بدقسمتی سے یہ صورت حال ابھی تک یوں کی توں ہے۔ علاقہ کی جغرافیائی صورتحال ان حالات نے یکسر ایسی بدل کر رکھ دی ہے جس کا اس سے قبل تصور بھی نہ کیا جاتا تھا۔ ظاہراً گھاس، جنگلات پر قبضہ کی اس جنگ نے قدیم عربی خاندانوں میں سے رزیقات، معالیا، تعایشۃ، میسریۃ حبانیہ، بنوھلبۃ اور قدیم افریقی خاندانوں میں سے سالیت، فور، تجر، داجو، برتی، زغاوۃ کو شدید الجھاؤ سے دوچار کیا ہے۔ سوڈان، تشاد اور لیبیا کے باشندے انھیں مشہور خاندانوں پر مشتمل ہیں۔

یہ قبائلی جھگڑا کبھی کبھی جنگ و جدال اور خون خرابے کا بھی موجب بنتا ہے لیکن کیا یہ جھگڑا اتنی بھیانک صورت اختیار کر چکا ہے جس کا عالمی پریس میں چرچا ہے؟ گویا ایک جنگ ہے جو دن رات جاری ہے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ یہ خاندان ذاتی جھگڑوں کے باوجود قدیم تاریخ اور بعید ماضی کے ساتھ اڑوس پڑوس میں زندگی بسر کرتے آرہے ہیں

ان میں سے کوئی بھی قبیلہ علاقے کی سپر طاقت ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا کہ وہ غنڈہ گردی اور جس کی لاٹھی اسکی بھینس کا قانون چلا سکے جس قانون کا اس وقت دنیا کو سامنا ہے۔ ہر قبیلہ اپنی ماضی سے ہی اس بات کو محسوس کرتا رہا ہے کہ وہ بھی یہاں کا باشندہ ہے نہ کہ حاکم مطلق۔ پانی گھاس کی موجودہ رقابت ماضی کا تسلسل ہے جس کیلئے سالہا سال سے ان میں معاہدے ہوتے آئے اور بدلتے ٹوٹتے رہے۔ بعض لوگ اس اندھی لڑائی پر اس بات سے حیرت کا اظہار بھی کرتے ہیں بلکہ اس علاقے کے ایک آدمی نے ان حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے بیان دیا کہ:

''زغاوہ جو ایک غیر عربی قبیلہ ہے کئی سالوں سے عربی قبائل کے ساتھ ملکر علاقے کے متعلق لڑائی میں شریک ہے بلکہ زغاوہ نے ایک اور غیر عربی قبیلہ ''برقو'' کے خلاف عربی قبائل سے اشتراک کیا ہے۔

ان علاقائی قبائل میں اس طرح ذاتی اغراض کیلئے جھگڑے اور ایک دوسرے سے دشمنی و تعاون چلا آرہا تھا۔ اب حالات یہ ہیں کہ کچھ پراسرار قوتیں اس جھگڑے کو طول دینا چاہتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ ہم اصل افریقی خاندانوں کو نکال کر نائیجیریا اور دیگر افریقی ممالک سے دوسرے خاندان درآمد کر کے دارفور کو نئے سرے سے آباد کرنا چاہتے ہیں۔

یہ بات بھی درست ہے کہ پڑوسی ممالک سے کچھ قبائل یہاں آکر بلا اکراہ آباد ہوئے ہیں لیکن ان کا آنا آمد ہے نہ کہ آورد۔ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے۔

موریتانیہ، سینگال، مالی، نائیجیریا اور دیگر ممالک میں گذشتہ سالوں کی خشک سالی کی بنا پر کئی عربی اور غیر عربی قبائل نے دارفور کو وطن کے طور پر اپنایا ہے۔ اسی لئے پانی

اور گھاس کو بنیادی سبب قرار دیا جاتا ہے جو موجودہ سنگینی کا پیش خیمہ بنا۔اس کے ساتھ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دارفور پسماندہ علاقہ ہونے کی بنا پر ترقیاتی سکیموں سے بھی محروم رہا۔

حالانکہ ترقیاتی کام تمام علاقوں میں برابری کی سطح پر ہوتے ہیں صدر سوڈان کے بقول ترقیاتی امور کی تقسیم میں کبھی ترجیح کو نہیں اپنایا جاتا بلکہ دارفور کی مجموعی ترقیاتی حالت کا موازنہ اگر دیگر پڑوس ممالک سے کرلیا جائے تو بات واضح ہوجائے گی۔

اسلام اور دارفور کی تحریک:

یہ بات تاریخی حقیقت ہے کہ دارفور ہی وہ علاقہ ہے جہاں سے سوڈان ہی نہیں بلکہ تمام افریقہ اسلامی روشنی سے منور ہوا **1445**ء میں جب پہلی سوڈانی اسلامی حکومت قائم ہوئی اس وقت دارفور کو ایک خاص اہمیت حاصل تھی جس کے دیگر اسلامی ممالک مصر، حجاز وغیرہ سے گہرے روابط تھے۔حکومت دارفور ہی کو یہ شرف حاصل تھا کہ یہاں سے ہر سال (کعبۃ اللہ) ''بیت اللہ الحرام'' کا غلاف جایا کرتا تھا۔بلکہ ابھی تک کئی اوقاف، رباطین اور مسافر خانے جدہ، مکۃ المکرمۃ میں حکومت دارفور کی نشانیاں موجود ہیں۔''آبار علی'' علاقے کا نام ہی دارفور کے سلطان ''علی دینار'' کی طرف نسبت سے رکھا گیا۔قاہرہ کی ''ازھر یونیورسٹی میں ابھی تک کچھ عمارتیں دارفور کی طرف منسوب ہیں اس سے سوڈانی حکومت میں دارفور کی اسلامی حیثیت واہمیت واضح ہوجاتی ہے۔شمالی افریقہ، لیبیا، مصر، تیونس سے دارفور کے گذشتہ ایام میں خصوصی تعلقات تھے بلکہ لیبیا اور دیگر اسلامی ممالک سے تجارت کیلئے یہ دروازہ کی حیثیت رکھتا تھا۔یہ تاریخ ہمیں موجودہ صورت جسمیں ایک مسلمان مسلمان کا گلا کاٹ رہا ہے اور زیادہ افسوس کا سبب وباعث بناتی ہے۔

تعجب خیز بات یہ ہے کہ ابھی تک واضح طور پر علیحدگی کا نعرہ ہی نہیں بلند ہوا اگرچہ **1916**ء میں آزاد سوڈان کے ساتھ الحاق کرنے والا یہ آخری علاقہ ہے۔ لیکن قبل ازیں بھی دارفور مرکزی حکومت کیلئے سپر ثابت ہوتا رہا ہے۔وہ لوگ جو کل حکومت کا دست وبازو اور اچھے اذہان کے حامل تھے آج کچھ حکومتی باغیوں کے ساتھ ملکر حکومت اور اپنے بھائیوں کیلئے مشکلات کھڑی کر رہے ہیں۔

عالمی ضمیر کیوں اتنا بے قرار ہے

حکومت سوڈان نے دارفور کے تمام سرکردہ افراد کو بلاکر اس مشکل کے حل کی تجاویز یں اور کوششیں کی ہیں تاکہ اس کا حل اندرونی طور پر ہی تلاش کرلیا جائے۔اس تحریک کے اہم قائد ڈاکٹر غازی صلاح الدین کے بقول کانفرنس کے خیالات واقدامات قابل تعریف ہیں۔ڈاکٹر صاحب کے بقول:

حکومت نے اھلیان دارفور کو مدعو کرکے اچھا قدم اٹھایا ہے یہ بات جنگجو اور عوام سب محسوس کرتے ہیں کہ یہاں کا مسئلہ یہاں کے باسی ہی اچھی طرح سمجھتے ہیں۔لیکن بعد ازاں مذاکرات صرف جنگجوؤں کے ساتھ محدود ہوکر رہ گئے اور یہ وہی تاریخی غلطی ہے جو حکومتیں کرتی ہیں۔سوڈان کے جنوب میں پیدا ہونے والی خرابی میں بھی حکومت نے جمہور عوام کی بجائے جنگجوؤں سے (جو مرکزی حکومت کے طرفدار تھے) بات چیت جاری رکھ کر عوامی نمائندوں کو پیچھے دھکیل دیا جس کے نتائج کچھ اچھے برآمد نہ ہوئے تھے۔

دارفور میں اس وقت تحریک آزادی سوڈان اور تحریک ''عدل ومساوات'' برسر پیکار ہیں حکومت کے ان دونوں کی طرف رجوع کے باوجود ملکی سطح پر حل کی کوششیں ناکام ہوتی نظر آرہی ہیں اور دیگر کئی خفیہ ہاتھ اس شور شرابے سے فائدہ اٹھانے کی امید لگائے ہوئے ہیں۔ان خفیہ ہاتھوں کے اپنے جنگجو اور مفادات ہیں۔روانڈا کے چیف سٹاف ''پٹیرک'' نے تو اپنے ملک میں **1994**ء کے نسلی فسادات سے اس کا تعلق جوڑا ہے۔

اس کے بقول معاملہ دارفور پر ختم نہیں ہوگا سارا علاقہ انسانی لاشوں سے بھر جائے گا۔حالانکہ ان دونوں کے درمیان کوئی مناسبت ومماثلت نہیں ہے۔امریکہ نے اس معاملہ میں دخل اندازی کیلئے کئی بہانے تراشے ہیں۔

۱۔ دارفور میں انسانی حقوق پامال ہورہے ہیں

۲۔ حکومت ان لاکھوں مسلح باغیوں پر قابو پانے میں ناکام رہی ہے۔

۳۔ علاقے میں امن وامان کی صورت حال خراب ہونے کے ساتھ ساتھ امراض اور بھوک پھیل چکی ہیں ضرورت مندوں تک اشیاء ضرورت پہنچانا دشوار ہورہا ہے

انہیں اسباب کی بنا پر اقوام متحدہ کی امن کمیٹی میں بڑی جلد بازی سے قرارداد پیش کی گئی تاکہ سوڈان پر عالمی پابندیاں اور لشکرکشی کا جواز فراہم ہو۔

کیا یہ نسل کشی ہے؟

امریکی کانگرس کی قرارداد میں اس بات کو واضح طور پر ذکر کیا گیا کہ یہ نسل کشی کی جنگ ہے جس کے قائدین کو سوڈانی حکومت اسلحہ سپلائی کررہی ہے جن کی غرض افریقی قبائل کو صفحہ ہستی سے مٹانا ہے۔اس لئے حکومت لاکھوں مسلح جنگجوؤں کی رہنمائی کررہی ہے۔ حالانکہ یہ رپورٹ اس یورپی رپورٹ کے بالکل برعکس ہے جو یورپی نمائندوں نے علاقے کی صورت حال کا جائزہ لے کر دی ہے۔یورپی رپورٹ کے مطابق اس کے پیچھے نسل کشی نہیں بلکہ کئی دیگر عوامل ہیں۔

جن گروہوں پر حکومتی سرپرستی کا امریکی الزام ہے وہ عربی النسل اور افریقی نسل دونوں سے تعلق رکھتے ہیں۔اور اسی طرح بالمقابل گروہ بھی عربی وغیر عربی دونوں قسم کے جنگجوؤں پر مشتمل ہیں۔

ہاں یہ نسل کشی ہے لیکن دراصل نسل کشی کرنے والے وہ گروہ کام دکھا رہے ہیں جو اپنے مکروہ فن کا مظاہرہ ''تورابورا'' اور ''فلوجہ'' سمیت کئی مقامات پر کرچکے ہیں۔